محمد جعفر شاہ پھلواروی

کتاب کے ساتھ سُنّت

صدیوں سے نہیں بلکہ عہدِ نبوت ہی سے کتاب اللہ کے ساتھ سنّت رسول اللہ کا لفظ پیوستہ چلا آتا ہے مثلاً:

بلغنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رواہ الترمذی عن مالک)

حضورؐ نے فرمایا کہ: میں اپنے بعد دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جبتک ان دونوں سے وابستہ رہو گے گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن ہے اور دوسری سنت رسولؐ۔

یا مثلاً حدیث معاذ کہ جب حضورؐ نے پوچھا کہ اگر تمہیں کوئی معاملہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ تو معاذؓ نے جواب دیا کہ: اقضی بسنۃ رسول اللہ۔ پھر میں سنت رسول سے فیصلہ دوں گا۔

غرض اس طرح کی بے شمار حدیثیں ہیں جن میں کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول اللہ پیوستہ ہے۔ مگر دوسری طرف ایک حیرت افزا چیز یہ ہے کہ سارے قرآن میں ایک جگہ بھی کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول اللہ کا پیوند موجود نہیں۔ اگر کتاب کے ساتھ کوئی چیز آئی ہے ــــ اور بار بار آئی ہے ــــ تو وہ سنت نہیں بلکہ حکمت ہے۔ مثلاً:

.... لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ۔ (۳: ۸۱)	اے پیغمبر ہم نے جو تمہیں کتاب وحکمت دی
.... یعلمھم الکتٰب والحکمۃ.... (۲: ۱۲۹، ۳: ۱۶۴)	یہ رسول انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے
.... یعلمہ الکتٰب والحکمۃ۔ (۳: ۴۸)	اللہ مسیح کو کتاب وحکمت سکھاتا رہا۔
.... فقد اتینا آل ابراھیم الکتٰب والحکمۃ (۴: ۵۴)	ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت دیں۔
.... وانزل اللہ علیک الکتٰب والحکمۃ.... (۴: ۱۱۳)	اللہ نے آپؐ پر کتاب وحکمت نازل فرمائیں۔

اب غور طلب سوال یہ ہے کہ اگر بعثتِ نبوی کا مقصد کتاب وحکمت کی تعلیم دینی تھی ــــ اور یقیناً یہی مقصد تھا ــــ تو حضورؐ نے کتاب کے ساتھ ہر جگہ حکمت کا ذکر کیوں نہ فرمایا اور اس کی بجائے بار بار سنت کا لفظ کیوں استعمال فرمایا؟ آج آپ کسی کی زبان سے کتاب وحکمت کا لفظ نہ سنیں گے۔ ہر جگہ آپ کو کتاب وسنت ہی کی گونج سنائی دے گی۔ تو کیا نعوذ باللہ حضور اور پھر ساری امت مل کر قرآن سے الگ راہ اختیار کئے رہنے پر تلی ہوئی ہے؟ کیا یہ بات آسانی سے تسلیم کرنے کے قابل ہے کہ جس قرآن کی تبلیغ پر حضور اکرمؐ مامور تھے خود اسی کے خلاف

فرمائیں اور ساری کی ساری اُمت خلاف قرآن ہی اصول کی اشاعت پر کمر باندھ لے۔ آخر اتنی سی بات کس قرآن پڑھنے والے کے سامنے نہ آئی ہو گی کہ قرآن میں تو ہر جگہ "کتاب وحکمت" کا لفظ ہے اور اُمت اس کی بجائے کتاب وسنت کا لفظ استعمال کرتی ہے؟

اگر ہم بعض سوالوں کو پہلے حل کر لیں تو "کتاب وحکمت" کی بجائے "کتاب وسنت" استعمال کرنے کی وجہ خود بخود معلوم ہو جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ جب قرآن خود حکمت والی کتاب ہے اور خود وہ اپنے آپ کو "کتابِ حکیم اور قرآنِ حکیم" کہتا ہے تو آخر کتاب کے ساتھ حکمت کو ذکر کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا حکمت قرآن کے علاوہ کوئی چیز ہے اور کیا کتاب اللہ میں حکمت نہیں؟ اگر حکمت خود قرآن ہے تو اس کے علاوہ الگ حکمت کو بار بار ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بار بار واؤ عطف کے ساتھ علیٰحدہ ذکر کرنے کا تو بظاہر یہی مطلب نکلتا ہے کہ قرآن ایک الگ چیز ہے اور حکمت علیحدہ شے۔ گویا یہ دو متغائر چیزیں ہیں کہ قرآن حکمت نہیں اور حکمت قرآن نہیں۔

اس کائنات پر نظر ڈالئے تو آپ کو زمین سے آسمان تک ہر شے خدا کی ایک نعمت دکھائی دیگی۔ خدا نے ہمیں یہ ساری نعمتیں بخشی ہیں اور ہمارے ہی لئے ساری نعمتیں پیدا کی ہیں لیکن کچھ نعمتیں ایسی بھی ہیں جو خدا براہِ راست انسان کو نہیں دیتا بلکہ وہ انسان کے واسطے سے حاصل ہوتی ہیں۔ ان کو وہ انسانی عقل اور قوتِ عمل ظہور میں لاتی ہے جو خدا ہی نے عطا فرمائی ہے۔ کیا خدا نے آجتک کسی کو پکی پکائی روٹی دی ہے؟ سِئے سلے کپڑے دیئے ہیں؟ بنے بنائے مکانات دیئے ہیں؟ لکھی لکھائی کتابیں اور تیار شدہ کاغذ دئے ہیں؟ ڈھلے ڈھلائے فرنیچر دیئے ہیں؟ نہیں۔ ضرورت کی ان تمام چیزوں کے لئے خام اجناس اس نے پیدا کئے۔ گندم، کپاس، مٹی، پتھر، لکڑی وغیرہ کو اس نے پیدا کر دیا اور انسان اپنے ہاتھوں سے اپنی عقل سے اور باہمی تعاون سے ان تمام چیزوں کو اپنے ڈھنگ سے کام میں لاتا ہے۔ گویا خام مال قدرت پیدا کرتی ہے اور پختہ مال انسان تیار کرتا ہے۔ نعمت خام اجناس بھی ہیں اور نعمت تیار مال بھی ہیں۔ نعمت وہ بھی ہے اور نعمت یہ بھی۔ وہ نعمت خدا پیدا کرتا ہے اور یہ نعمت خود انسان کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ انسان براہِ راست ملنے والی نعمتوں کو ایک خاص تناسب وتوازن سے ترتیب وترکیب دے کر ایک نئی نعمت تیار کرتا ہے اور یہ نعمت اسے براہِ راست نہیں ملتی بلکہ قدرت ہی کی بخشی ہوئی عقل وحرکت کو استعمال کرنے سے بالواسطہ حاصل ہوتی ہے۔

یہی صورت قرآن حکیم کی بھی ہے۔ وہ سراپا حکمت ہے۔ اس کا ہر حکم، ہر آیت اور ہر لفظ اپنی جگہ ایک سراپا حکمت ہے مگر ایسی حکمت جو انسان کو براہِ راست اور خام اجناس کی شکل میں ملی ہے۔ ان کو کام میں لانے کے لئے اس نے ایک الگ حکمت اور قوتِ عمل انسان کو دی ہے جسے ہم عقل اور حرکت کہتے ہیں۔ ان عطا کردہ حکمِ قرآنی کو کام میں لانے کے لئے غور وفکر کی ضرورت ہے۔ محض ایک حکمِ قرآنی دیکھ کر اس پر چل پڑنا خلافِ حکمت بھی ہو سکتا ہے۔ ہر موقع پر یہ دیکھنا پڑے گا کہ یہ حکم قرآنی کس

موقعے کے لئے ہے؛ کن لوگوں کے لئے ہے؛ کن حالات میں ہے؛ کن شرائط کے ساتھ ہے؛ وغیرہ وغیرہ۔ ایک شخص قرآن کے حکم قتال کو دیکھ لے اور تلوار لے کر ہر اس شخص کو قتل کرنا شروع کر دے جسے وہ مسلمان نہیں سمجھتا، اور پھر یہ سمجھے کہ میں قرآنی حکم کی تعمیل کر رہا ہوں تو ظاہر ہے کہ اس کے اس فعل کو قرآنی حکم کی تکمیل نہیں کہا جائے گا۔ حکم تو قرآن ہی کا ہے لیکن چونکہ عمل حکمت کے مطابق نہیں اس لئے یہ تعمیل قرآن بھی نہیں۔ قرآن کی تعمیل اسی وقت ہوگی جب قرآنی حکمت کے ساتھ وابستہ ہو۔ حکم قرآنی تو بلاشبہ سراپا حکمت ہے لیکن اس کے موقع و محل کا اندازہ کرنا بھی حکمت ہی ہے۔ اور اس دوسری حکمت کا تعلق انسانی حکمت سے ہے اور اس کا ظہور انسانوں کے ذریعے ہوگا۔

حضور اکرمؐ اسی حکمت کے معلّم بنائے گئے ہیں یعنی ایک سراپا حکمت تو خدا کی طرف سے قرآن کی شکل میں دی گئی ہے اور دوسری حکمت یہ ہے کہ قرآن کی حکمت کو صحیح موقع و محل پر فٹ کر کے اس کے مقاصد کو تکمیل تک پہنچایا جائے۔ یا یوں کہئے کہ خدا کے بخشے ہوئے خام اجناس کو متوازن ترتیب و ترکیب دے کر تیار مال برآمد کیا جائے۔ یہ دوسری حکمت انسانوں کے سپرد کی گئی ہے، اور حضور اکرمؐ اسی کی عملی تعلیم دینے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ حضورؐ کی حیثیت ہرگز یہ نہیں کہ اُمت کو اس طرح قرآن دے کر چلے جائیں جس طرح ڈاکیہ خط دے کر واپس چلا جاتا ہے اور اسے اس سے کوئی مطلب نہیں ہوتا کہ مکتوب الیہ اس خط کو پڑھتا ہے یا پھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ اس کے مطابق عمل کرتا ہے یا اس کے خلاف چلتا ہے۔ حضورؐ کی یہ حیثیت نہیں۔ حضور کی یہ حیثیت بھی نہیں کہ ایک ریڈر کی طرح صرف مثل کا مضمون پڑھ کر سنا دے اور بس۔

حضورؐ کی حیثیت ان سب سے الگ ہے۔ حضورؐ کے سپرد جو فریضہ ہے وہ یہ ہے کہ:

۱۔ آیاتِ ربانی لوگوں کو سنائے۔ (یتلوا علیهم ایٰته)

۲۔ انہیں مقاصد قرآنی کے لئے نکھار کر تیار کرے۔ (ویزکیهم)

۳۔ انہیں قرآن کے اسرار و رموز اور نکات و حقائق سکھلائے۔ (ویعلمهم الکتٰب)

۴۔ اور انہیں وہ اصول حکمت سکھائے جن کے بغیر تعمیل قرآن بے معنی ہوتی ہے۔ (والحکمة)

دوسرے لفظوں میں حضورؐ کے سپرد یہ کام تھا کہ ایک ایسی اُمت اور ایسا معاشرہ تیار کرے جو تعمیل قرآن کا ایک زندہ پیکر ہو اور اسے ایسی حکمت کی تعلیم — عملی تعلیم — دے جسے وہ آئندہ کے ہر دور میں اسی طرح کام میں لاتا رہے، جس طرح خود حضورؐ اپنے دور میں کام میں لاتے رہے۔ گویا یہ عملی حکمت کی عملی تعلیم تھی۔ کسی حکمت کے مطابق حضورؐ کے عمل کا نقشہ تو بلاشبہ عارضی اور وقتی ہو سکتا ہے۔ لیکن نفس حکمت دائمی اور ابدی تھی، اُسی طرح جس طرح خود قرآن ابدی ہے۔

اس کے لئے ایک مثال پر غور کیجئے۔ قرآن نے فرمادیا کہ:

اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا الخ مظلوموں کو اب قتال کرنے کی اجازت ہے

اب اس حکم کی تعمیل کس طرح ہوئی؟ اس کے لئے مجاہدین سے مشورہ کرکے انہیں تیار کیا گیا۔ مناسب و ممکن اسلحہ مہیا کئے گئے۔ ضروری سامانِ سفر درست کیا گیا۔ مناسب جگہ پڑاؤ کیا گیا۔ صف بندی کی گئی۔ قلب میمنہ اور میسرہ کی تعیین کی گئی۔ حوصلے بلند کئے گئے، ثابت قدمی کے لئے ایمانی قوت پیدا کی گئی ـــــ یہ سب کچھ ایک خاص پلان کے مطابق حکمت کے ساتھ کیا گیا اور اس طرح حکم قتال کو پورا کیا گیا۔ حکم تو صرف حکم تھا اور وہ ہے کتاب۔ لیکن اس حکم کو پورا کرنے کے لئے جتنی ممکنہ تدبیریں بروقت کی گئیں وہ ہے حکمت۔

اسی حکمت کا دوسرا نام سنت ہے۔ سنت حکمت سے کوئی الگ چیز نہیں سنت اسی حکمت کی عملی شکل و صورت کا نام ہے۔ وعظ و نصیحت تو آسان سی چیز ہے۔ دشوار ہے ایسی تدابیر اختیار کرنا جن کی مدد سے وہ مقصد وعظ پورا ہو جائے۔ یہی حکمت اور یہی سنت ہے۔ اتنا بڑا عظیم الشان انقلاب محض قرآن سمجھ لینے سے نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ قرآن تو آج بھی اسی طرح غیر محرف شکل میں موجود ہے۔ پھر وہی انقلاب کیوں نہیں آجاتا؟ واقعہ یہ ہے کہ انقلاب لانے والی چیز صرف قرآن نہیں بلکہ اس کے ساتھ حاملِ قرآن کی ذات بھی ہے، اس کا کردار اور اس کی حکمت بھی ہے۔ اسی حکیمانہ کردار کا دوسرا نام سنت ہے۔ سنت کا صحیح مفہوم لفظ "روش" سے واضح ہو سکتا ہے۔ حضورؐ کی جو روش تھی اور جس حکمت کے ساتھ حضورؐ نے خدائی احکام کے مطابق ایک معاشرہ تیار فرمایا اسی حقیقت کو سنت کہتے ہیں۔ اس سنت کا سراغ آپ کو کہاں سے مل سکتا ہے؟ حضورؐ کی روش، زندگی، طریقِ کار، حکیمانہ کردار کا سارا علم آپ کو صرف قرآن سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے آپ کو قرآن سے باہر بھی قدم رکھنا پڑے گا۔

سنت نبوی اور حکمتِ نبوی کی تفصیلات کے بغیر قرآن صرف ایک کتاب ــ مقدس آسمانی کتاب ـــــ رہ جاتی ہے جو حاملِ کتاب کے بغیر تنہا انقلاب نہیں لا سکتی تھی۔ قرآن نے بلاشبہ حکمت سکھائی ہے لیکن خود قرآن سکھلانے والا کون ہے؟ خدا نے حکمت والی کتاب دی ہے مگر حکمت کا وہ حصہ کس نے دیا ہے جو قدرت براہِ راست نہیں دیتی بلکہ انسانوں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور محمدؐ کو کتاب اور حاملِ کتاب کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کتاب ہے اور اس کی تشکیل کا انداز سنت ہے جو عین حکمت ہے۔

اس کے بعد یہاں سے ایک دوسرا ـــ اور ذرا پیچیدہ ـــــ سوال سامنے آتا ہے کہ سنت یا حکمتِ نبوی کا تفصیلی علم تو ہمیں کتب احادیث ہی سے ہو سکتا ہے تو کیا کتاب و سنت یا کتاب و حکمت کی طرح قرآن کے ساتھ ساتھ کتب روایات بھی ہیں؟

یہاں سے ہماری راہ عام لوگوں سے ذرا الگ ہو جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک روایاتِ حدیث سنتِ نبوی معلوم کرنے کا ذریعہ تو ہیں لیکن عین سنت نہیں۔ یوں سمجھئے کہ پھل شاخ ہی کے اندر پیدا ہوتے ہیں، شاخ ہی سے نکلتے ہیں، شاخ سے الگ ہو کر نہیں نکلتے۔ اس کے باوجود پھل اور چیز ہے شاخ اور شے ہے۔ پھل عین شاخ نہیں اور شاخ

عین ثمر نہیں۔ اگر شاخ کاٹ دی جائے تو پھل نہیں پیدا ہونگے لیکن شاخ کو پھل سمجھ کر نہیں کھایا جاسکتا۔ جس طرح پھلوں کو شاخوں کے اندر تلاش کیا جاتا ہے اسی طرح سنت کو ان روایات ہی میں تلاش کرنا ہوگا۔ نیز شاخ میں صرف پھل ہی نہیں ہوتے، کچھ اور چیزیں بھی ہوتی ہیں۔ ٹہنیاں، لکڑی، پتے، پھول وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔ ہر ایک چیز کو جو شاخ میں موجود ہو پھل سمجھ لینا صحیح نہیں۔ بالکل یہی صورت روایات اور سنت کی ہے۔ روایات ہی کے اندر سنت کی تلاش کی جائے گی اور سنت یہیں سے ملے گی۔ اگر روایات کو بالکل ختم کر دیا جائے تو سنت نبوی کی تلاش ناممکن ہو جائے گی۔ اس کے باوجود ہر روایت سنت نہیں۔ اس میں کچھ اور چیزیں بھی ہیں جو سنت نہیں ہیں بلکہ بعض چیزیں ایسی ہیں جو خلاف سنت ہیں۔ ہر روایت کو سنّت سمجھ لینا اور اسے کتاب اللہ کی طرح واجب الاتباع قرار دینا ایسا ہی ہے جیسے شاخ کے ہر ہر جزو کو پھل تصوّر کر لینا۔

روایات تو رطب و یابس (خشک و تر) سب ہی قسم کی ہوسکتی ہیں۔ پھر صحیح روایت میں بھی وہ لفظی و ظاہری شکل و صورت سنت نہیں بلکہ سنت صرف وہ روح اور وہ اسپرٹ ہے جو کسی صحیح روایت میں موجود ہو۔ اسے مثالوں سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ:

(۱) حدیث سے ثابت ہے کہ حضور بڑی پابندی سے مسواک فرمایا کرتے تھے۔ یہ روایت ہے اور صحیح ہے لیکن سنت محض مسواک کرنا نہیں بلکہ دندان و دہن کی صفائی ہے۔

(۲) روایت میں ہے حضورؐ نے تیروں، تلواروں، نیزوں، گھوڑوں، اونٹوں، خچروں سے جنگ میں کام لیا۔ لیکن ان ہی چیزوں کا استعمال سنت نہیں۔ ہر نو ایجاد ہتھیار اور سواری کو کام میں لانا سنّت ہے۔

(۳) روایت میں ہے کہ حضورؐ نے کملی اوڑھی لیکن اگر لحاف اوڑھا جائے تو یہ خلاف سنت نہیں کیونکہ مقصود جسم کا بچاؤ ہے۔ اسی طرح لباس کو بھی سمجھ لیجئے اور غذاؤں کو بھی۔

اصل بات یہ ہے کہ حضورؐ بلاشبہ ایک پیغمبر آخرالزمان تھے لیکن اس کے ساتھ ہی آپؐ ایک خاص ملک، خاص قوم، خاص خاندان اور خاص ثقافت سے بھی وابستہ تھے۔ اس قسم کی وابستگی کے جتنے بھی کام یا خصوصیات ہیں ان کے اور اصل سنت کے درمیان خطِ امتیاز کھینچنا ضروری ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کوئی بات ایک ملک کے لئے حکمت ہو اور دوسرے ملک کے لئے حکمت کے مطابق نہ ہو۔ یا وہ ایک قوم یا خاندان کے لئے سراسر حکمت ہو اور دوسری قوم یا خاندان کے لئے حکمت نہ ہو۔ بلکہ ایک ہی جگہ کے لئے ایک وقت میں حکمت ہو اور دوسرے وقت خلاف حکمت ہو۔ بنگال میں گھر سے نکلتے وقت چھتری یا واٹر پروف رکھ لینا تقاضائے حکمت ہے اس لئے کہ ہر وقت بارش کا کھٹکا ہے لیکن ریگستانی علاقوں میں جہاں بارش نہ ہوتی ہو ایسا کرنا کوئی حکمت نہیں۔ اسی طرح پاکستان میں موسم گرما کی رعایت سے ململ کے کُرتے بنانا حکمت ہے لیکن انگلستان میں ایسا کرنا کوئی حکمت نہیں۔ یونہی سمجھئے کہ سردی کا لباس گرمی میں پہننا

منافی حکمت ہے۔

اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ موقع محل دیکھے بغیر حضورؐ کی ہر بات اور کام کو سنت سمجھ لینا درست نہیں۔ ایک صحابی (معمرؓ) کا بیان ہے کہ حضورؐ نے زہر کا اثر دور کرنے کے لئے سر پر پچھنا لگوایا۔ اس کے اتباع میں میں نے بھی اپنی چندیا پر پچھنا لگوا لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری قوتِ حافظہ ختم ہو گئی اور بعض اوقات نماز میں سورۂ فاتحہ میں غلطی ہونے لگی۔ روایت کے الفاظ یوں ہیں:

..... ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم احتجم علی ھامتہ من الشاۃ المسمومۃ قال معمر فاحتجمت انا من غیر سم کذلک فی یافوخی فذھب حسن الحفظ عنی حتی کنت القن فاتحۃ الکتاب فی الصلوٰۃ۔ (رواہ ابوداؤد عن ابی کبشۃ الانماری)

معمرؓ کا یہ فعل بظاہر تو اتباع نبوی تھا لیکن چونکہ حکمت سے خالی تھا اس لئے اسے اتباع سنت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

روایات میں تو جو کچھ بھی حضورؐ کی طرف صحیح صحیح منسوب ہو وہ سب ہی احادیث ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک بات پر عمل کرنا سنت کا اتباع نہیں۔ سنت کا اتباع صرف وہی ہو گا جو موقع و محل، تقاضائے وقت اور عقل و حکمت کے مطابق ہو اور حدیث کی محض لفظی نقالی نہ ہو بلکہ اس کی اسپرٹ سے ہم آہنگ ہو۔ بے سوچے سمجھے تو قرآن پر گرنا بھی درست نہیں تو حدیث کی محض لفظی نقالی کب سنت ہو سکتی ہے؟ قرآن کے متعلق ارشاد ہے کہ:

والذین اذا ذکروا بایات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا۔ (فرقان)

عباد الرحمان وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر آیات ربانی تلاوت کی جائیں تو وہ ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔

وہاں بھی موقع محل، اسباب و علل، احوال و ظروف، مقتضائے زمان و مکان معنویت، روح اور عقل و حکمت کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے جسے "تدبّرِ قرآن" کہتے ہیں۔ جب قرآن میں یہ صورت حال ہے تو تا بہ حدیث چہ رسد؟

حدیث اور سنت کا فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی بعض لوگ کہتے ہیں کہ میٹھا کھانا سنت ہے، شہد چاٹنا سنت ہے، اونٹ کی سواری سنت ہے، تعدّدِ ازدواج سنت ہے، عبا پہننا اور لنگی باندھنا سنت ہے، لونڈی غلام رکھنا سنت ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس تصوّر کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ریل اور طیارے پر چڑھنا بدعت ہے، تمام نو ایجاد مشینیں اور ان سے تیار کردہ مال بدعت ہیں، سارے جدید آلاتِ حرب بدعت ہیں، چاول کھانا بدعت ہے، طبِ نبوی کے سوا ساری دوائیں بدعت ہیں، صرف ایک بیوی رکھنا بدعت ہے، غرض ساری کی ساری زندگی سراپا بدعت ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ اوّل الذکر چیزوں کا تعلق سنت سے ہے نہ مؤخر الذکر اشیاء کا شمار بدعت میں ہے۔ سنت ان سب سے بالاتر چیز ہے حضورؐ کی زندگی میں جو اسپرٹ، جو روش اور جو حکمتیں ہیں وہ سنت ہیں اور

یہ وہ حکم ہیں جن کے بغیر قرآن بھی ادھورا رہ جاتا ہے اور اسی لئے خدا نے قرآن کے ساتھ حکمت کی بھی تعلیم دینے کا فریضہ حضور پر عائد کیا ہے۔ حضور کی سنت و حکمت یہ ہے کہ ہمیشہ مصالح اُمت اور نتیجہ خیزی کو پیش نظر رکھا۔ ایک رائے دی اور کسی اُمتی نے دوسری رائے دی تو اس کی رائے کو وزنی پانے کے بعد اپنی رائے واپس لے لی۔ کبھی ایک حکم دیا اور علتِ حکم بدل گئی تو حکم بھی واپس لے لیا۔ اُصول اور فروع میں ٹکراؤ ہُوا تو اصول کو اختیار فرمایا اور فروع پر کوئی زور نہ دیا۔ اور سب سے بڑی سنت یہ ہے کہ حکمت کی بات جہاں سے بھی ملے اسے اختیار کر لینے کا حکم اُمت کو دیا اور صاف لفظوں میں یہ اعلان فرما دیا کہ:

الحکمۃ ضالۃ المومن — حکمت تو مومن کی گم شدہ دولت ہے

غرض ہر وہ چیز جو حدیث سے ثابت ہو سنت نہیں اور ہر وہ چیز جس کا ذکر حدیث میں نہ ہو بدعت نہیں۔ اگر کوئی بات حدیث سے ثابت ہو اور وہ آج کے دور کے لئے تقاضائے حکمت کے مطابق نہ رہے تو اسے سنت قرار دے کر نافذ کرنا خود حکمتِ نبوی کے خلاف ہے اور سنت صحابہ کے بھی خلاف ہے سنت وہی ہے جو حکمت سے ہم آہنگ ہو۔ جس وقت کوئی بات حکمت سے ہم آہنگ ہے وہ سنت ہو گی اور جب کسی وجہ سے دوسرے وقت وہ مطابقِ حکمت نہ رہے تو سنت و حکمت ہی کے تقاضے سے وہ سنت نہ باقی رہے گی۔

اسی طرح اگر کوئی بات حدیث سے ثابت نہ ہو تو اس کا بدعت ہونا ضروری نہیں۔ بدعت وہی چیز ہے جو خلاف حکمت ہو۔ ایسی بدعت (نئی چیز) جو تقاضائے حکمت کو پورا کرتی ہو عین سنت ہے۔ اسی لئے بدعت کی دو قسمیں کی گئی ہیں حسنہ اور سیئہ۔ جس بدعت میں حکمت موجود ہو وہ بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ کا شمار بھی سنت ہی میں ہے۔ امام عبدالغنی نابلسیؒ اپنے رسالہ کشف النور عن اصحاب القبور میں لکھتے ہیں:

ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ۔

جو بدعت حسنہ مقصود شرع کے مطابق ہو اس کا نام بھی سنت ہی ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا؟ کچھ وہ چیزیں بھی جو حدیث سے ثابت نہ ہوں سنت ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح سمجھئے کہ کچھ وہ چیزیں جو احادیث سے ثابت ہوں خلاف سنت بھی ہو سکتی ہیں۔ دیکھنے کی چیز صرف یہ نہیں کہ فلاں چیز حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ وہ چیز حکمت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہی سنت ہے اور اگر نہیں تو وہ سنت بھی نہیں۔ پس حکمت عین سنت اور سنت عین حکمت ہے نہ وہ اس سے الگ ہے نہ یہ اس سے جُدا۔ پس کتاب کے ساتھ سنت کہنے کا مطلب کتاب و حکمت ہی ہے لیکن ہُوا یہ کہ سنت اور حدیث کو ایک ہی چیز سمجھ لیا گیا اور ہر حدیث کو سنت اور ہر سنت کو حدیث قرار دے دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ایک طرف کتاب کے ساتھ سنت شامل کرنے کی مخالفت ہونے لگی اور دوسری طرف قرآن کے ساتھ حدیث کو اس طرح

استعمال کیا جانے لگا کہ گویا سنت اور حدیث میں کوئی فرق ہی نہیں۔

اگر صحابہ بھی سنت کا وہی مفہوم سمجھتے جو آج ہم سمجھ رہے ہیں — یعنی ہر حدیث سنت ہے — تو ان کو کبھی یہ جرأت نہ ہوتی کہ عہدِ نبوت کے ان فیصلوں کو بدل دیتے جو حدیث سے ثابت تھے۔ اس کی بیسیوں مثالیں ہم اپنے مضامین میں پیش کر چکے ہیں۔ یہاں ان کو دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ سرسری مطالعے کے لئے جنوری کے "ثقافت" میں "فقہ جدید کی ضرورت" کے تحت اس کی تھوڑی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ صحابہ نے عہدِ نبوّت کے فیصلوں کو اپنے دَور میں کیوں بدلا؟ اس کا جواب ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضور نے جو کچھ فیصلہ فرمایا وہ اس خاص دَور کے لئے عین حکمت تھا اور صحابہ نے ان میں اس لئے تبدیلی کی کہ ان کے دَور میں وہ تبدیلی ہی عین حکمت تھی۔ اسی طرح آیندہ ہر دَور میں حکمت کے تقاضے بدلتے رہیں گے اور اس کے مطابق تبدیلی بھی عین حکمت اور عین سنت ہو گی۔ جب عہدِ نبوّت کے کئی فیصلے بہ تقاضائے حکمت بدل سکتے ہیں تو عہدِ صحابہ کے فیصلے کسی دوسرے دَور میں بہ تقاضائے حکمت کیوں نہیں بدل سکتے؟

خلاصہ یہ ہے کہ کسی شکل وصورت کو ہمیشہ ایک حالت پر رکھنا سنت نہیں بلکہ مصالحِ اُمت کے لئے خیرِ عام کے لئے حکمت کے مطابق تبدیلی کرنا سنت ہے۔ سنت کا یہ مفہوم سمجھ لینے کے بعد حدیث اور سنت کا فرق سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہونی چاہئے۔ اور پھر سنت و حکمت کو ایک ہی سکّے کے دو رُخ یا ایک ہی حقیقت کے دو نام سمجھنے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

اسلام کا نظریۂ تاریخ

مصنفہ محمد مظہر الدین صدیقی

قیمت تین روپے

تہذیب و تمدّن اسلامی

مصنفہ رشید اختر ندوی

قیمت:۔ حصّہ اول پانچ روپے حصہ دوم چھ روپے آٹھ آنے حصہ سوم پانچ روپے بارہ آنے

مسئلہ اجتہاد

مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی

قیمت دو روپے

قرآن اور علمِ جدید

مصنفہ ڈاکٹر رفیع الدین

قیمت پانچ روپے آٹھ آنے

منیجر ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ لاہور